فہمِ حدیث

کلامِ نبویؐ کی صحبت میں

○

حضرت ابو ذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربِ عزوجل کی ایک حدیثِ قدسی میں بیان فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندو' میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے' اور تمہارے درمیان بھی۔ پس ایک دوسرے پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔

میرے بندو' تم سب گمراہ ہو' سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ پس مجھ ہی سے ہدایت مانگو' میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ میرے بندو' تم سب بھوکے ہو' سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں۔ پس مجھ ہی سے کھانا مانگو' میں تمہیں کھلاؤں گا۔ میرے بندو' تم سب ننگے ہو' سوائے اس کے جسے میں کپڑے پہناؤں۔ پس مجھ ہی سے کپڑے مانگو' میں تمہیں پہناؤں گا۔ میرے بندو' تم رات دن گناہ کرتے ہو' اور میں سب گناہ بخش دیتا ہوں۔ پس مجھ سے ہی بخشش مانگو' میں تمہارے گناہ بخش دوں گا۔

میرے بندو' تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ میرا نقصان کر دو' نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہو کہ میرا نفع کر دو۔ میرے بندو' اگر تمہارے اگلے پچھلے اور جن و انس سب مل کر متقی سے متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں [مچھر کے پر کے برابر بھی] اضافہ نہ ہو گا۔ اور میرے بندو' اگر تمہارے اگلے پچھلے اور جن و انس سب مل کر' بدکار سے بدکار انسان کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں [مچھر کے پر کے برابر بھی] کمی نہ آئے گی۔ اے میرے بندو' اگر تمہارے سارے اگلے پچھلے اور جن و انس ایک جگہ جمع ہو جائیں' اور مجھ سے وہ سب کچھ مانگ لیں جو چاہیں ' اور میں ان کو ہر منہ مانگی مراد دے دوں' تو بھی میرے پاس (خزانوں میں) کوئی بھی کمی نہ آئے گی' جیسے کہ سوئی کی نوک سمندر میں (کوئی کمی نہیں کر سکتی)۔

میرے بندو' در حقیقت تو یہ تمہارے اعمال ہیں جو میں تمہارے لیے گن گن کر رکھ رہا

ہوں' اور یہی تمہیں پورے کے پورے واپس کر دوں گا۔ پس جسے آخرت میں بھلائی ملے' وہ اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اس کی رحمت نے دست گیری کی)۔ اور جسے اس کے برخلاف (برائی) ملے' وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے (مسلم' ترمذی' ابن ماجہ' احمد)۔

اللہ کے ساتھ سراسر فقیری و محتاجی کا' اور بندوں کے ساتھ سراسر عدل و احسان کا تعلق : مختصراً بس یہ ہے وہ صاف اور سیدھی شاہراہ جس پر چلنے سے زندگی کا انجام بخیر ہو گا۔

اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کا کیا سوال ! اس کی شانِ رحیمی ہے کہ بندوں کو ظلم سے روکنے' اور اس ظلم کی حرمت دل پر نقش کرنے کے لیے وہ یہ کہتا ہے : "ظلم میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے"۔

ظلم صرف اپنے نفس کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے (اگرچہ ہر ظلم بالآخر اپنے نفس پر ظلم ہے)' اللہ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے (کہ شرک ظلمِ عظیم ہے)' مگر یہاں تو اپنے جیسے انسانوں پر ظلم کی حرمت کی شدت محسوس کیجیے' کہ قصاص یا مظلوم سے معافی کے علاوہ اس کے وبال سے نجات کی کوئی صورت نہیں۔

اللہ کے ساتھ مکمل محتاجی اور فقیری کی یہ نسبت ہی ایمان باللہ کی روح ہے : ہر چیز اسی کی دی ہوئی ہے' منہ میں لقمہ وہ رکھتا ہے' پانی کی گھونٹ وہ پلاتا ہے' کپڑے وہ پہناتا ہے' شفا وہ دیتا ہے' راستہ وہ دکھاتا ہے' راستے پر وہ چلاتا ہے' اور جب گناہ ہوں (کہ ان نعمتوں کا حق ادا کرنا ممکن نہیں) تو معاف وہ کرتا ہے۔

ظلم کی حرمت پہلے بیان کی' اپنے ساتھ فقر و احتیاج کا تعلق بعد میں۔ محتاج و فقیر بندہ جس کے پاس اپنا کچھ نہیں' وہ دوسروں پر ظلم پر کمر کیوں باندھے۔

جو کچھ مانگنا ہے اس سے مانگو' کہ اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں۔ لیکن یہ جان لو کہ دنیا و مافیہا کی قیمت اس کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر نہیں۔

ہم نیکی کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیں تو اللہ کو کوئی فائدہ نہیں' بدی کی انتہائی پستیوں میں گر جائیں تو اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اپنے اعمال اپنے ہی بھلے اور برے کے لیے ہیں۔

○

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن آدم کے بیٹے کے لیے تین رجسٹر لائے جائیں گے : ایک میں عمل صالح ہوں گے' دوسرے میں اس کے گناہ' تیسرے میں اس پر اللہ کی نعمتیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے رجسٹر میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا : اس کے عمل صالح سے اپنی قیمت وصول کر لو۔

تو وہ ایک ہی نعمت آگے بڑھ کر اس کے تمام اعمالِ صالحہ لپیٹ لے گی' اور پیچھے ہٹ کر کے

کی: تیری عزت کی قسم، اے رب، میں نے پوری قیمت نہیں پائی۔ پس سب گناہ اور ساری نعمتیں باقی رہ جائیں گی مگر عملِ صالح ختم ہو جائیں گے۔

پھر اللہ بندہ پر رحم کرنا چاہے گا تو فرمائے گا: میرے بندے، میں نے تیری نیکیاں (دگنی چوگنی) بڑھا دیں، تیری برائیوں کا حساب چھوڑ دیا، اور اپنی نعمتیں تجھے ہبہ کر دیں (البزار)۔

نیک و بد اعمال کا شمار ہو سکتا ہے، اللہ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں۔ ہر سانس، دل کی ہر دھڑکن، گویائی، بینائی اور سماعت، اور ہاتھ پاؤں کا ہر استعمال، جسم کے تقریباً ساڑھے تین کھرب خلیوں میں سے ہر خلیہ کا صراطِ مستقیم پر قائم رہنا، جب کہ ایک ہی خلیہ کا درپے آزار ہو جانا موت کے مترادف ہوتا ہے، یہ تو صرف چند جسمانی مادی نعمتیں ہیں۔ باقی کا کیا شمار۔

نیک اعمال کے لیے سعی ناگزیر ہے کہ وہی رحمتِ الٰہی کو متوجہ کرنے کا ذریعہ ہیں۔ نیک اعمال سے لاپرواہ رہ کر جنت کا خواب دیکھنا پرلے درجے کی حماقت ہو گی۔ لیکن یہ بھول جانا بھی کم حماقت نہ ہو گی کہ ایک چھوٹی سے چھوٹی نعمتِ الٰہی بھی زندگی بھر کی ساری نیک کمائی سے زیادہ وزنی ہے، اس لیے اللہ کی دستگیری کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔ ہر لمحہ زبان پر حمد ہو، دل شکر سے معمور ہو، اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنی ناشکریوں پر استغفار اور معافی کی درخواست۔ صرف اپنے اعمال پر بھروسہ نہ ہو، نہ ان پر ناز، نہ کبر، نہ دوسروں پر برتری کا احساس۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مجھے بھی میرا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، الا یہ کہ اللہ کی رحمت دست گیری کرے (بخاری، مسلم)۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

میرے بچے، اگر تم سے ہو سکے کہ صبح و شام اس طرح گزارو کہ تمھارے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل اور کھوٹ نہ ہو، تو یہ ضرور کرو۔ پھر فرمایا: میرے بچے، یہ (دل صاف رکھنا) میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے محبت رکھی (اور اس پر چلا)، وہی میری محبت رکھتا ہے، اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا (ترمذی)۔

جنت میں داخل ہونا، اور وہاں حضورؐ کے ساتھ رہنا، اس سے بڑھ کر آرزو اور تمنا کیا ہو سکتی ہے! حضورؐ کا ساتھ اسے ضرور نصیب ہو گا جو آپؐ سے محبت رکھتا ہو گا، کہ آپؐ نے بشارت دی ہے کہ ''آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت ہو گی''۔

لیکن محبت کی علامت، سنتِ نبویؐ پر چلنا ہے۔ اور یہاں ایک ایسی سنت کا ذکر ہے جس کے بارہ میں یہ

خیال بھی مشکل سے آتا ہے کہ یہ سنت ہوگی۔ اس لیے کہ اب عموماً سنت کا تصور ظواہر و رسوم سے بندھ گیا ہے۔ وہ سنت یہ ہے کہ صبح شام، ہر وقت اور ہر دم، دوسروں کی طرف سے سینہ صاف رکھنا، اور دل میں کسی کے لیے میل رنجش یا کدورت نہ رکھنا۔

یہ بہت آسان کام تو نہیں، کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں، ہے بھی بہت اہم۔ اس سے آخرت ہی میں جنت نصیب نہیں ہوگی، دنیا میں بھی زندگی جنت بن جاتی ہے۔ بس آدمی دوسروں سے توقعات منقطع کر لے، اپنی طرف سے ہر ایک سے بھلائی کرے، صرف اللہ کے لیے کرے، اپنے کیے کو کم جانے، اور کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو غصہ کو پی جائے اور عفو و درگزر سے کام لے، دل میں شکایت نہ پالے۔ یہ طریقہ ہے دل صاف رکھنے کا۔

○

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے اصحاب میں سے کوئی، کسی کے بارہ میں، مجھے کوئی (بری) بات نہ پہنچائے۔ اس لیے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تم سے اس حال میں ملوں کہ میرا سینہ ہر ایک سے صاف ہو (ترمذی)۔

اپنے ظن و قیاس، اور مفروضات، اور اپنے گلوں شکووں، (وساوسِ نفس) کے بعد، دل میں میل پیدا ہونے کا دوسرا ذریعہ لوگوں کی پہنچائی ہوئی باتیں ہیں۔ اس لیے حضورؐ نے اس کی مکمل ممانعت فرمائی۔

○

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے (بلا تحقیق، بلا ضرورت، یا عزت پر دست درازی کرنے کے لیے) بیان کرتا پھرے۔ (مسلم)

ہر بات کے لیے ثبوت کا ایک معیار ہے، ہر بات قبول کرنے کے لیے مطلوبہ معیار پر ثبوت ضروری ہے۔ مثلاً آنکھوں سے کسی کو بدکاری کرتے دیکھا ہو جب بھی اسے بیان کرنے پر ۸۰ کوڑے کی سزا ہے جب تک تین مزید عینی گواہ نہ ہوں۔ اس لیے بلا تحقیق کسی کے بارہ میں کوئی بات قبول نہ کرنا چاہیے، اور تحقیق ہو جائے جب بھی اس طرح آگے بیان نہ کرنا چاہیے کہ کسی شرعی حدود کی خلاف ورزی ہو۔ (مرتبہ: خرم مراد)